

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

حیدر علی اور حنا

برتن سمیٹتے ہوئے ایک خیال یک دم سے میرے ذہن میں آیا۔ میں نے برتن وہیں چھوڑے اور اندر کی طرف دوڑ لگی۔ کمرے میں آکر ٹائم دیکھ آٹھ بجتے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔ تابش ڈرائنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے بال بنارہے تھے۔ میں نے ایک ہی نظر میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا۔ وہ مکمل طور پر ریڈی تھے۔ مطلب وہ ان پندرہ منٹوں میں کسی بھی نکل سکتے تھے۔

مجھے اپنی طرف تکتا پا کر انہوں نے آئینے میں ہی امروٹھا کر اشارے سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ میں گڑبڑا گئی اور جلدی سے نفی میں گردن ہلا کر بیڈ کی تادیبہ شکنیں درست کرنے لگیں۔

ہماری کوئی لو میرج تو ہوئی نہیں تھی کہ میں آتے ہی منہ پھاڑ کے اپنا سوال دہرا دیتی۔ نہ ہی شادی کو زیادہ عرصہ ہوا تھا کہ ہمارے درمیان تکلف کی ساری دیواریں گر جائیں۔

تابش دراصل ابو کے دوست انکل راشد کے دوست عابد کے بیٹے تھے۔ یہ رشتہ انکل راشد کے توسط سے ہوا تھا۔ ابو انکل راشد پر اعتبار تھا اور انکل راشد کو انکل عابد پر۔ ان کے اس ڈائریکٹ، ان ڈائریکٹ اعتبار کا رزلٹ میری اور تابش کی شادی کی صورت میں نکلا۔

تابش فطری طور پر کچھ کم گو تھے اور اسی لیے اتنی ساری وجوہات کے درمیان ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شادی کو ڈیڑھ ماہ سے اوپر یعنی سینتالیس دن ہونے کو آئے تھے اور ہمارے درمیان ذرا بھی بے تکلفی اور

کردار ہی تھی۔ یہ کون سا مشکل ہے میں خود کر سکتی ہوں آخر کو میرے مجازی خدا ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

تابش اب اپنے اوپر پرفیوم اسپرے کر رہے تھے۔ میں نے اپنی ساری ہمت صبح کی اور بولی۔
”وہ ناامی کا دو تین دن سے فون آرہا ہے۔“
انہوں نے ایک لمحے کے لیے ہاتھ روکے اور پھر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ ”تو پھر میں کیا کروں؟“ ہوٹ البتہ ابھی بھی کچھ بولنے سے قاصر رہے۔

”وہ کہہ رہی ہیں کہ راجل بھائی مجھے لینے کے لیے کب آئیں۔ عید میں صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔“
”انہوں نے پرفیوم کی بوتل بند کر کے ایک طرف رکھی اور بولے۔“
”انہیں منع کر دو، عید کے اگلے دن ہم خود چلے

جائیں گے انہیں ملے۔“ لہجے میں اک ادائے بے نیازی تھی۔
”لیکن میں ای کو کیسے منع کروں میری پہلی عید ہے اور ہر لڑکی پہلی عید یکے میں ہی کرتی ہے۔“
”تمہاری پہلی عید نہیں ہے بلکہ تمہاری عمر اکیس سال ہے تو تم تو تم اپنی بیالیس عیدیں یکے میں ہی گزار چکی ہوں۔“ وہ اب رست واپس باغیچہ رہے تھے۔

مجھے لگا وہ ایسا کہتے ہوئے ہلکا سا مسکرائے تھے۔ میں جھل ہو گئی لیکن ان کی ہلکی سی مسکراہٹ ہی مجھے بہت زیادہ شوق دے گئی۔ میں فوراً ہی خجالت کو مٹاتے ہوئے بٹاشٹ سے بولی۔
”اوہ! میرا مطلب ہے شادی کے بعد۔“ اس دفعہ پھر وہ خاموش ہی رہے۔
”تو پھر کیا کہوں میں ای کو؟“
اب تک ہماری ساری باتیں آئینے میں ہی



ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہورہی تھیں۔
ریٹ وائچ باندھنے کے بعد وہ میری طرف پلٹے اور
میرے پاس سے گزر کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اپنا
پرس نکالنے لگے۔ اور میں جو خوش فہمی میں تھی کہ اب
یہ میری نظروں میں نظر نہ آئے گا کہ اب
دل میں کچھ نہ ہو۔

”ای می کو منع کر دو ایک دفعہ پھر آگاہ
کر رہا ہوں۔“ انہوں نے پرس پیٹ کی پاکٹ میں
ڈالا۔

”بھابی! ریبیہ بھی پہلی عید پر نہیں رہی تھیں۔
ای جان کو پسند نہیں بیو کا پہلی عید کیسے میں کرنا۔ بعد
میں چاہے ساری عیدیں میں ہی کرتے رہتا۔“
وہ اب سوچ بوری کی طرف بڑھے۔ ”ای جان کا
خیال ہے کہ بیو کا پہلی عید سسرال میں کرنا اچھا
ہوتا ہے اور اس بات کی نشانی ہے کہ ہمارے خاندان
میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو چکا ہے۔“ موبائل
جار جنگ سے اتار کر دائیں ہاتھ میں پکڑا۔ ”اگر پھر
بچی دل مطمئن نہیں ہوا تو ای جان سے خود بات
کر سکتی ہو۔“ دوبارہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی طرف
آئے، کار کی چابی اٹھائی اور یہ جاوہ جا۔

میر دل چاہا کہ ابھی سر پکڑ کر رونا شروع
کر دوں لیکن رو بھی نہیں سکتی تھی۔ میں دو سال کی بچی
تھوڑی سی تھی۔

”ایسا کرتی ہوں کوئل سے بات کرتی ہوں، وہ
ہی فون کر کے اپنے جیجا کو منائے گی۔
میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن پھر جلد ہی
اپنی سوچ کو بدلنا بھی پڑا کیونکہ بات پھر اسی طرف
جالی۔ مطلب ڈائریکٹ۔

☆☆☆

سارا دن یہ ہی سوچے سوچے گزرا کہ کیا
کروں اور کیا نہ کروں؟ ای می کو کیسے کہوں یا پھر تابش کو
کیسے مناؤں؟
کھانا بھی ہم دیو رانی جھٹانی نے خود بنانا ہوتا
تھا۔ صبح کی صفائی اور شام کا کھانا میرے ذمہ تھا جبکہ

صبح کا ناشتا اور شام کی صفائی بھابی ریبیہ کے
ذمے۔ برتن کپڑے دھونا اور استری کرنا ملازم کے
ذمے۔ کام کی ذمہ داری مجھے تین دن پہلے ہی سونپی
گئی تھی۔

”بھابی! میکرونی بنا دو گی قسم سے بہت طلب
ہورہی ہے۔“ میں بریانی کو دم دے رہی تھی جب
کاوش نے دروازے میں کھڑے ہو کر کہا۔

میں سلاوا اور رائیو تو تیار کر چکی تھی مٹھے میں
فروٹ چاٹ بازار سے لے کر آنے تھے قبول ماسو
مال کے کہ ”ابھی اہل بیو سے ایک ہی ڈش بنوایا کرو
جب اس کو اس گھر اور ماحول کی عادت پڑ جائے تو
خود ہی بنالیا کرے سب کچھ۔“

سو میری ساری تیاری پوری تھی تو میں نے
کاوش کی مصوم سی صورت دیکھ کر فوراً ہی مگر۔ وہ تو
پہلے ہی ای جان سے چھپ کر مجھ سے میکرونی بنانے
کا کہہ رہا تھا۔ میری بات سن کر وہ فوراً خوش ہو گیا۔

”چلو کوئی تو ہے جو مجھ سے خوش رہتا ہے ایک
وہ ہے نا۔“ میں سڑیل کہتے کہتے رک گئی۔ کوئی اپنے
شوہر کو سڑیل کہتا ہے ہلا۔

کاوش نے میکرونی کو پچکن میں ہی بیٹھ کر
کھالیا۔ باہر کھانا آتے ہی مجھے مار کے متراوٹ تھا۔
کھانا تیار ہو گیا تھا تو میں پرچن دیا گیا۔
ایرش نے برتن وغیرہ کھانے کی میز پر رکھوانے میں
میری مدد کی۔

سب گھر والے کھانے کی میز پر بیٹھے بس ان
موصوف کا انتظار کر رہے تھے۔ بھائی دانش اور
بھابی ریبیہ ایک ساتھ بیٹھے خوش گپوں میں مصروف
تھے جبکہ آنٹی اور انکل عابد کی الگ اپنی کوئی میننگ
چل رہی تھی۔ ایرش اور کاوش دونوں بہن بھائی بھی
ایک دوسرے کو اپنی دن بھر کی روداد سنارہے تھے۔

ایک میں ہی تھی جس کی ساتھ والی کرسی خالی تھی
میرے ذہن کی طرح۔

خیر سے کچھ دیر بعد موصوف فریٹس ہو کر آئے
اور سب نے ہم اللہ کی۔

”بھابی! بریانی بہت مزیدار ہے ہم جب
سکیڈ ایئر کو پارٹی دیں گے تو میں آپ سے بریانی
بنوا کر لے جاؤں گی۔“

”نٹ کھٹ اور چلی ہی ایرش نے دل کھول کر
تحریف کی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ جس کھ کھ بھر کی لاڈلی
فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ اس کی موجودگی میں کوئی
پور نہیں ہو سکتا تھا۔

”واچی بریانی بہت مزیدار ہے اور ساتھ میں
سلاوا جانے کا اعزاز واچی بھی واہ بھابی ریبیہ بھابی
نے تو ایسے سلاوا نہیں جانی۔“

کاوش کی بات سن کر جہاں میں پھول کر کپاس
ہوئی وہاں ریبیہ بھابی کی ساری ہوا نکل گئی۔
انہوں نے ایک خطرناک گھوری سے کاوش کو نواز تو
سب ہنس پڑے۔

ایسے ہی خوش گو اور ماحول میں کھانا کھایا گیا۔
سب نے حسب توہن تحریف کی۔

سویری آنٹی روہینہ (میری ساس) لیکن اپنے
کام سے کام رکھنے والیں۔ والد جیسے مہریان انکل
عابد بڑے بھائیوں جیسا پیار کرنے والے بھائی
دانش، سب ہی مہریان تھے سوائے اس دشمن جان
کے۔

سب چٹکوں کے درمیان انہوں نے ایک شبد
بھی نہیں بولا اور خاموش سے کھانا کھاتے رہے۔
کھانا کھانے کے بعد انہوں نے نشو سے ہاتھ صاف
کیے اور کرسی کھسکا کر اٹھے اور باہر نکل گئے۔ میں تو
گویا انگاروں پر لوٹنے لگی تھی۔ بھتیجی پر تیل کا کام
کاوش کے مذاق نے کیا جب اس نے کہا۔

”واہ بھابی! تم نے تو بھائی کو کتنا سدھار دیا
ہے۔ قسم سے میری بیوی کو بھی ایسے ہی کر سکتا کہ وہ
مجھے بھی اپنا پوانہ کی محبت کا افسانہ بنالے۔“

کاوش کی بات سن کر جہاں سب کے قہقہے بلند
وئے وہیں میری زبان میں جھلکی ہوئی۔

”اگر یہ سدھ ہوئے ہیں تو پھر مجھ کو کیسے
دے دیں؟“ کہنے کے ساتھ ہی میں نے زبان

دانتوں میں داب لی اور اب سب کے جو قہقہے بلند
ہوئے نی امان اللہ۔

جب کھانے کی میز سے سب اٹھ کر چلے گئے
آنٹی نے پیار سے مجھ سے کہا شروع کیا۔

”اہل بیٹی! یہ کچھ ایسا ہی ہے۔ انکڑ حراج، کم
کو۔ یہ کبھی بھی اسے بین بھائیوں کے ساتھ مل کر
نہیں کھلا۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ ابھی سال بھر کا
ہی تھا کہ جب کاوش کی پیدائش ہوئی۔ اس نے اپنی
گود چھین جانے کا اتنا صدمہ لیا کہ یہ بہت چڑھا
ہو گیا۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کے لیے
کوئی سیدھی سی لڑکی تلاش کروں گی جس کا اس کے
ساتھ گزراہ ہو جائے اور وہ پیار سے اس کو سدھار
دے کیونکہ تیز اور چالاک تو ایک دن بھی نہیں رکتی
اس کے ساتھ۔“ تم پیار سے اسے چنڈل کرتا، اب
دیکھ لو یہ دس دن میں صرف چار دن کھانا گھر پر
کھاتا ہے۔ وہ بھی چند تھے مار کر اٹھ جاتا ہے۔ اور
اب تم نے کھانا بنایا ہے تو تین دن سے پیٹ بھر کر
کھانا کھا رہا ہے مطلب اسے تمہارا پکا کھانا پسند
آ رہا ہے۔ ہم سب تم سے بہت خوش ہیں۔ تمہاری
وجہ سے اس میں بہت سی مثبت تبدیلیاں آ رہی ہیں۔
میں نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کے احساس کمتری
کو کم کروں لیکن کیا کرتی پہلے کاوش اور پھر اس کے
بعد ایرش کی پیدائش میں ان میں اس طرح پھنسی کہ
مجھے صوح ہی نہیں ملا اور یہ اپنے خول میں سمٹا گیا۔“

میں نے نہایت ہی غور سے آنٹی کی باتیں سنیں
اور دل میں تہیہ کر لیا کہ میں نے انہیں ایک نارمل
انسان بنانا ہے۔ ای کے گھر جانا ملتی کر دیا۔

☆☆☆

بقرہ عید کا چاند ہو گیا تھا۔ اور یہاں کسی کو یہ
احساس نہیں تھا کہ چاند عید ہے نئی نویلی دہن کے لیے
عید کا جوڑا بھی آتا ہے۔

ایک دن باتوں ہی باتوں میں بیو کا کردار
نبھاتے ہوئے جیٹھانی سے کہا۔

”آنٹی تو عید کے کپڑے نہیں لائیں۔ لگتا ہے

بھابی! ریبیہ بھی پہلی عید پر نہیں رہی تھیں۔
ای جان کو پسند نہیں بیو کا پہلی عید کیسے میں کرنا۔ بعد
میں چاہے ساری عیدیں میں ہی کرتے رہتا۔“

وہ اب سوچ بوری کی طرف بڑھے۔ ”ای جان کا
خیال ہے کہ بیو کا پہلی عید سسرال میں کرنا اچھا
ہوتا ہے اور اس بات کی نشانی ہے کہ ہمارے خاندان
میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو چکا ہے۔“ موبائل
جار جنگ سے اتار کر دائیں ہاتھ میں پکڑا۔ ”اگر پھر
بچی دل مطمئن نہیں ہوا تو ای جان سے خود بات
کر سکتی ہو۔“ دوبارہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی طرف
آئے، کار کی چابی اٹھائی اور یہ جاوہ جا۔

میر دل چاہا کہ ابھی سر پکڑ کر رونا شروع
کر دوں لیکن رو بھی نہیں سکتی تھی۔ میں دو سال کی بچی
تھوڑی سی تھی۔

”ایسا کرتی ہوں کوئل سے بات کرتی ہوں، وہ
ہی فون کر کے اپنے جیجا کو منائے گی۔
میں نے دل ہی دل میں سوچا لیکن پھر جلد ہی
اپنی سوچ کو بدلنا بھی پڑا کیونکہ بات پھر اسی طرف
جالی۔ مطلب ڈائریکٹ۔

سارا دن یہ ہی سوچے سوچے گزرا کہ کیا
کروں اور کیا نہ کروں؟ ای می کو کیسے کہوں یا پھر تابش کو
کیسے مناؤں؟
کھانا بھی ہم دیو رانی جھٹانی نے خود بنانا ہوتا
تھا۔ صبح کی صفائی اور شام کا کھانا میرے ذمہ تھا جبکہ

صبح کا ناشتا اور شام کی صفائی بھابی ریبیہ کے
ذمے۔ برتن کپڑے دھونا اور استری کرنا ملازم کے
ذمے۔ کام کی ذمہ داری مجھے تین دن پہلے ہی سونپی
گئی تھی۔

ان کا ارادہ ہی نہیں ہے ہمیں کپڑے دلوانے کا۔“
اور ان کی بات سن کر ہم اپنا سامنہ لے کر رہ گئے جب انہوں نے کہا۔

”ابھی شادی ہوئی ہے تو بہت خرچا ہوا ہے اور شادی پر کپڑے بھی بہت بنائے ہیں۔ پورے میں جوڑے تو تمہاری بری میں رکھے ہیں۔ امی تو خود بہت برا سمجھتی ہیں کہ عید تہوار والے دن بھی نئے کپڑے نہ پہنیں۔ مجھے پوری امید ہے چاہے عید سے چار دن پہلے لائیں لیکن امی کپڑے ضرور لا کر دیں گی ہمیں۔“

”چلو کوئی بات نہیں عید پر کپڑے نہیں لائے تو ایسا کرتی ہوں یہاں کی بری میں سے ہی کوئی مناسب سا جوڑا پہن لوں گی۔ اگر امی کے یہاں سے کوئی آیا تو انہیں کون سا یاد رہے گا کہ یہ عید کا جوڑا نہیں ہے بلکہ بری کا سوٹ ہے۔ بری کے کس سوٹ یاد رکھنا آسان بات تھوڑی ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

یہ ممکن نہیں تھا کہ میں عید پر اپنے میکے نہ جاتی اور وہاں سے بھی کوئی نہ آتا۔ کوئی آتا یا نہ آتا راجیل تو ضرور آتا۔ ہم دونوں میں بیاری بہت تھا شروع سے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بھائیوں کی چھوٹی بہنوں سے زیادہ جتنی ہے لیکن راجیل کی مجھ سے زیادہ جتنی تھی۔ اب بھی شادی کے بعد ہر دوسرے دن فون کر کے کہتا

”آپی! میرا دل نہیں لگ رہا۔“
پچھے سے کول کی گرجی آواز آتی۔ ”بتاتی ہوں تمہیں۔“ میں مسکراتی۔

ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے اور شاید پاس ہی کھڑی تھی اور اپنے کمرے میں آ کر مجھے پتا نہیں تھا۔ میں نے بہت ہی دکھ بھرے لہجے میں راجیل سے کہا۔

”راجیل! یہاں مجھے تمہاری سب سے زیادہ یاد آتی ہے۔“

اور پھر جو میری عزت افزائی ہوئی کول کے

ہاتھوں میں جانوں یا میرا رب جانے۔ میں نے بے عزتی سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

☆☆☆
تابش کام سے واپس آ کر کمرے میں فریش ہونے گئے تو میں بھی جلدی سے کمرے کی طرف بڑھی۔ اب عید میں کچھ دن ہی رہ گئے تھے پتا تھا کہ یہ موصوف اگر فریش ہو کر باہر نکل گئے تو پھر ہاتھ نہیں آنے والے۔ ارادہ تھا کہ عید والا سوٹ ان سے آج ہی پوچھ کر منتخب کر لوں۔ کل تو ان کا سارا دن معروف گزرتا تھا۔ قربانی کے لیے جانور بھی لانے تھے میں نے جو نمیا کمرے میں قدم رکھا ادھر میں اسی لمے انہوں نے کمرے کا پردہ ہٹا کر قدم باہر رکھا۔ ہم دونوں کا ایک حسین سا اتفاق ٹکری صورت میں ہو گیا۔ جیسا کہ اکثر ڈراموں اور فلموں میں ہوتا ہے۔ میں گر گئی ہوئی اگر انہوں نے بروقت مجھے کمرے سے پکڑ کر تھام نہ لیا ہوتا۔

”سوری یارا مجھے پتا نہیں چلا۔“ انہوں نے آرام سے مجھ کو خود سے جدا کرتے ہوئے کہا۔
میں گزرے ہوئے لمحوں میں کھوئی ہوئی قدرت کے اس حسین اتفاق پر ابھی تک اکتشت بندھاں تھی۔

”نہیں تابش! میری غلطی تھی۔ آپ تو دو پوتا آپ سے کہاں غلطی ہو سکتی ہے۔ آپ پلیز، خود مورد الزام ٹھہراؤ۔“ میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
میرا خیال تھا کہ وہ کہیں گے کہ نہیں جان غلط میری ہی تھی تمہیں اگر چوٹ آ جاتی تو.....؟“

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ کہا بھی تو کیا۔ ”اس اوکے دھیان سے اور سنبھل کر چلا۔ اس طرح بے دھیانی میں تم کسی کو نقصان بھی پہنچاؤ۔“

مجھے اپنی سماعت پر یقین ہی نہیں آیا کہ وہ کہہ رہے تھے۔

46 جولائی 2023

”یہ موبائل پکڑو، واٹس ایپ فولڈر میں کچھ تصویریں ہیں۔ دیکھ لو ہمیں کون سا پسند آتا ہے۔“ میں ابھی پہلے جھکے سے سنبھل بھی نہ پائی تھی کہ انہوں نے مجھے دوسرا جھٹکا لگا دیا۔ موبائل میرے ہاتھ میں تھا، یہ جا اور وہ جا اور ان کو موبائل پکڑ کر میں بھول گئی کیوں آئی تھی۔

میں موبائل آن کرتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھی۔ گاؤں کے سے فیک لگا کر تصویریں چیک کرنے لگی۔ ایک ایک لمحہ بھاری گزر رہا تھا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کیا چیز تھی جس کو دکھانے کے لیے وہ خود بھی میرے پاس نہیں رکے۔ شاید کوئی سر پران تھا۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے واٹس ایپ کی بکچر والا فولڈر آن کیا۔

دل کی دھڑکن رک کر لمبی لکیر کی طرح ہو گئی۔ لرزتے ہاتھ ساکت ہونٹ ایک دوسرے میں پوسٹ اور آنکھوں میں غصہ، پورے چہرے پر برہمی درآئی کیونکہ وہاں بکروں کی تصویریں تھیں۔

حقیقت میں مجھے ہزاروں ڈاکٹر کا کرٹ لگا تھا۔ میں نے غصے میں موبائل آف کر کے سائینڈ ٹھیل پر پینک دیا۔ وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی جو ٹھٹھ سے بچ گیا ورنہ آواز تو اچھی خامی آئی تھی۔ میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نادل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کچھ دیر اسی طرح لیٹے رہنے کے بعد میں نے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا شروع کر دیا۔

دماغ نے گواہی دی کہ یہ بات اتنی بڑی بھی نہیں ہے کہ اتنا غصہ کیا جائے۔

”لیکن انہوں نے میرے جذبات کا مذاق اڑایا ہے۔“ دل دماغ کی سوچ سے منکر ہوا۔
”لیکن تم تو ان سدھارنے کا عہد کر چکی ہو تا تو پھر اس طرح روٹنا نہیں بننا تمہارا۔“

دماغ نے ایک اور دلیل دی تو میں اٹھ بیٹھی۔ واقعی میرا دماغ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ اگر ان کی باتیں مجھے متاثر کرتیں اور میں اسی طرح بات بات پر

47 جولائی 2023

ناراض ہوتی تو پھر میں تو سدھار چکی انہیں۔ میں نے دوبارہ موبائل پکڑ لیا اور دوبارہ سے بکروں کی تصویریں دیکھنے لگی۔

”یہ تو اچھی بات ہے کہ ان میں یہ مثبت تبدیلی آئی ہے کہ جو کل تک مجھے پوچھتے تک نہ تھے آج میری پسند سے قربانی کے لیے کمرے لا رہے ہیں۔“ ایک سرخی مائل براؤن بکرا مجھے اچھا لگا۔ وہ ایک موٹا تازہ اور گول گپو سا بکرا تھا۔ جو دیکھنے میں بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ موٹی موٹی آنکھیں۔ چھوٹے چھوٹے سینک، مناسب قد و قامت اور سب سے بڑھ کر اس کے اوپر بنا سفید نشان جو کہ چاند جیسا لگ رہا تھا۔

”واہ، یہ ہی بکرا ہے جو قربانی کے لیے اس گھر میں آئے گا۔“

میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچا۔ واقعہ یہ احساس بہت خوب صورت تھا کہ مجھے اتنی اہمیت دی جا رہی ہے کہ قربانی بھی میری پسند سے کی جا رہی ہے۔ ہمارے گھر میں پتا جب چلتا تھا جب بکرا گھر میں آمو جو ہوتا۔ ابو اور راجیل خود ہی جا کر لے آتے۔ ہمیں پسند ہے یا نہیں ہے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی۔ بس کچھ اصول تھے ہمارے گھر میں بھول ابو کے۔

”جن کاموں کے لیے اللہ پاک نے مردوں کو منتخب کیا ہے وہ کام مرد ہی کرتے اچھے لگتے ہیں۔“

خیر میں نے موبائل آف کر کے ایک طرف رکھا اور ان موصوف کو ڈھونڈنے باہر آ گئی۔ وہ لیپ ٹاپ میں مگن محن میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

میں ان کے ساتھ والی کرسی پر جا بیٹھی۔ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کہوں اور کیا نہ کہوں جب انہوں نے خود مصروف سے انداز میں مجھ سے پوچھ لیا۔

”ہوں تو کوئی پسند آیا؟“

”ہاں وہ سرخ والا مجھے بہت اچھا لگا۔“ میں

47 جولائی 2023

نے ترتیب جواب دیا۔
 ”یار! وہ تو کچھ عجیب سا نہیں ہے۔“ انہوں نے کچھ حیران ہو کر اور میری طرف دیکھ کر کہا۔
 ”مجھے تو وہ بھی پسند ہے اگر آپ کو کوئی اور پسند ہے تو اپنی مرضی سے منگوائیں۔“ میں نے ہلکی سی ناراضی دکھائی۔
 ”نہیں نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے تمہیں اگر وہ پسند تو میں وہی آرڈر کر دیتا ہوں۔“ انہوں نے تھوڑا متذبذب ہو کر کہا۔
 ”آرڈر..... مطلب۔“
 اس بار حیران ہونے والی باری میری تھی۔
 ”یار! اس مرتبہ ساری خریداری آن لائن کر رہے ہیں۔“ انہوں نے وضاحت دی۔
 ”اوہ اچھا۔“ میں نے کچھ کچھ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆
 ”بھابی! آپ نے کون سا پسند کیا؟“ میں کمرے کی سیٹنگ کر رہی تھی جب ایرش نے پیچھے آ کر سوال کیا۔
 ”مطلب، میں کیا پسند کروں گی؟“ میں نے تاجھی سے پوچھا۔
 ”بھائی نے رات آپ کو تصویریں نہیں دکھائی تھیں؟“ وہ اب کمرے کی سیٹنگ میں میری مدد کرنے لگی۔
 ”اوہ سوری! میں بھول گئی تھی۔“ یاد آنے پر میں نے تھوڑا شرمندہ ہو کر کہا۔ ”مجھے تو وہ سرخ والا پسند آیا تھا۔“ میں نے بتایا۔
 ”بھابی! وہ ذرا عجیب سا نہیں ہے؟“ اس نے صوفے کے کٹن ترتیب سے رکھتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے تو سفید والا پسند آیا۔“ اس نے کہا تو میں نے ”ہوں“ کہہ کر سر ہلا دیا۔
 اب وہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ اتنے میں بھابی ربیعہ بھی کمرے میں ایرش کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے آئیں۔ ایرش ہر کسی کی کام میں مدد کرواتی

رہتی تھی اس لیے ہر کسی کو اس کی ضرورت پڑ جاتی۔
 ”بھابی! آپ نے کون سا پسند کیا؟“ اس نے ربیعہ بھابی سے جی چھوٹے ہی سوال کیا۔
 ”مجھے تو نیک پسند آیا۔“
 ربیعہ بھابی کی پسند سن کر میں حیران ہوئی البتہ ایرش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 ”کیا نیک.....“ میں کہتے کہتے رک گئی۔ شاید ربیعہ بھابی کم پڑی لکھی تھیں اور انہیں رنگوں کا ٹھیک سے پتا نہیں تھا۔ اسی لیے میں کیوں ”کیا نیک“ جی بکرے ہوتے ہیں۔ ”کہہ کر ان کا دل توڑی۔ جبکہ ایرش نے بھی ان کا دل نہیں توڑا تھا۔
 ”بھابی! اہل نے تو براؤن ریڈ پسند کیا ہے۔“ اس نے ربیعہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔
 ”بھئی پسند اپنی اپنی۔“ ربیعہ بھابی نے کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔
 ”ویسے کیا یہ سب آرڈر کر دیں گے، ہم نے جو پسند کیے ہیں؟“ میں نے کونل سے پوچھا اس سے پہلے کہ ایرش کوئی جواب دیتی کاوش نے دروازے میں آ کر کہا۔
 ”بکرے آگئے ہیں؟“
 ہم سب نے باہر دوڑ لگا دی۔ صحن میں واقعی جار بکرے بندھے ہوئے تھے اور ان میں ریڈ براؤن جی تھا جو کہ سب سے زیادہ بھاری لگ رہا تھا۔
 ”دیکھو! ایرش ریڈ براؤن بکرا کتنا بھاری ہے؟“ میں نے ایرش سے کہا تو اس نے میری ہاں میں ہاں ملائے ہوئے کہا۔
 ”ہاں بھابی! یہ واقعی سب سے زیادہ بھاری ہے۔“
 اور میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ پسند تو سارے سب ہی بکروں کو کر رہے تھے مگر میرے والے کو زیادہ پسند کر رہے تھے۔
 ان میں ایک بکرے پر سفید اور پنگ لگا ہوا تھا شاید ربیعہ بھابی نے یہ پسند کیا تھا جسے وہ پنگ

بول رہی تھیں۔
 میں بار بار ریڈ بکرے کی طرف جاتی اور اس سے پیار کرنے کی کوشش کرتی، یہ ایک بات ہے کہ میرے پاس جاتے ہی وہ اپنی اگلی ٹانگیں اٹھالیتا اور ”میں میں“ کرنے لگتا اور میں ڈر کر دس فٹ دور ہٹ جاتی۔ میں پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی کوشش کرتی تو وہ سرخچے کی طرف جھکا کر میری طرف دوڑتا اور سب کے پیچھے بلند ہو جاتے۔
 میری ان پچکانے حرکتوں کی وجہ سے تابش نے مجھے گھور کر دیکھا اور آنکھوں میں منع بھی کیا۔ مگر مجھے پروا کہاں تھی؟
 سب اس بکرے کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور میں اپنی دھن میں مگن۔
 ”بھابی! خیر تو ہے آج بہت خوش نظر آ رہی ہو۔ کیا میکے نہ جانے کا تم بھول گیا۔“ کاوش نے میرے کان میں آ کر سرکشی کی تو میں نے گھور کر اسے دیکھا۔
 ”اگر میں نے اپنا دکھ تم سے شیئر کر ہی لیا ہے تو مہربانی کر کے اسے اپنے سینے میں ہی دفن کر لو ورنہ قدیم کی میوں کی طرح۔“ میں نے اس کان سمجھ کر کہا تو اس واقعی ڈرنے کی کوشش کرتے ہوئے توبہ کر لی۔
 میں نے ایک دفعہ پھر سب کو دیکھا اب وہ سب اپنی اپنی باتوں میں مگن تھے۔ امی اور ابو تو اندر جا چکے تھے۔ تابش اور دانش بھائی ابھی بکروں کے درمیان وغیرہ ڈھس کر رہے تھے۔ ربیعہ اور ایرش بکروں پر ٹھنک پاس کر رہی تھیں۔ وہی عورتوں والی ادب۔
 ویسے بھابی، راز کی بات بتاؤ نا اتنی خوش یوں؟“
 کاوش نے تھوڑا شوخ ہو کر دوسری مرتبہ اصرار باتوں میں ہولے سے مسکرایا۔
 ”اچھا اچھا صبر کرو بتاتی ہوں؟“ اور پھر میں اسے آہستہ آواز میں بتانا شروع کیا۔ ”یہ بکرے

ہم عورتوں کی پسند سے آئے ہیں اور۔۔۔۔۔“
 ”واہی!“ اس نے میری بات درمیان میں ہی کاٹ کر کہا۔
 ”تو اور کیا۔“ میں فخر سے سنی تان کر بولی۔
 ”یہ ریڈ براؤن والا میری پسند کا ہے یہ واٹش ایرش کی پسند کا اور یہ بھورے والا جس پر پنگ لگا ہوا ہے بھابی ربیعہ کی پسند کا اور یہ بلیک اینڈ واٹش امی کی پسند کا۔“
 امی کا تو مجھے پتا بھی نہیں تھا۔ ایک ہی بکرہ ایسا تھا اور کمر میں موجود ایک ہی عورت تو مجھے وہ امی ہی کہے کھاتے میں ہی ایڈ کرنا تھا نا، میں جیسے جیسے بتاتی جا رہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹکی جا رہی تھیں۔
 ”ہوں تو یہ بات ہے جو یہ حیرت اتنی خوش دکھائی دے رہی ہیں۔“ میری پوری بات سننے کے بعد اس نے کہا تو میں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 ”اگر یہ ہی بات ہے تو پھر ہمارے ڈان ٹائپ بھائی کو جو رو کا غلام بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔“ اس نے کہنے کے ساتھ ہی دوڑ لگا دی۔
 جتنی دیر میں میں اپنی سات نمبر بانا کی بلیک چمپل نکال کر سیدھی ہوئی وہ منظر عام سے عائب ہو چکا تھا۔

☆☆☆
 رات کے دو بجے میں تھکن سے چور اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے آئی۔ ابھی تو مہندی لگانی بھی باقی تھی۔ میں تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کے لیے بیڈ پر لیٹ گئی۔ آج کا سارا دن بہت معروف گزرا تھا۔ آنٹی کا حکم تھا کہ ”کل عید ہے اور قربانی کے بھی چار چار بکرے ہیں تو کل جو بھی پکاتا ہے اس کی تیاری آج ہی کر کے سونا۔ کل مہمانوں کا آنا جانا بھی لگا رہے گا تو ٹائم نہیں ہوگا اتنا کہ پہلے مسالا وغیرہ بنانے بیٹھو پھر کھانا پکاؤ۔“
 چنانچہ ہم تینوں میں ایرش اور ربیعہ بھابی نے کھانا بنانے کی ساری تیاری مکمل کر لی تھی۔ پیاز

کاٹ کر براؤن کر کے رکھ دی۔ بسن اورک اور ہری
مرچیں پیس کر بند برتنوں میں ڈال کر فریزر کر دیں۔
چاول بھی جن لیے تھے یہاں تک کہ فرٹ چاٹ
جانے کے لیے پھل بھی کاٹ لیے تھے۔
”بھابھی! امی والے کمرے میں سب تمہارا
دھت کر رہے ہیں۔“
ابھی مجھے لینے کوئی ایک دو کھٹے ہوئے تھے
جب کاوش نے آکر کہا۔
”یا اللہ! خیر ہو۔ میرا انتظار کر رہے
ہیں۔“ میں دل ہی دل میں کہتے ہوئے آئی والے
گھر سے آئی۔
”آؤ آؤ اہل! تم بھی کپڑے دیکھ لو۔“ میرے
کمرے میں داخل ہوتے ہی آئی نے کہا۔ امیرش
کے ہاتھ میں ایک وائٹ کلر کی فراک بھی جس پر
میرا نام لکھا تھا اور وائٹ ٹی کے ساتھ وہ بہت
جاری لگ رہی تھی۔
”اہل! میری میکی بھی دیکھو۔“ بھابھی رسیجہ
نے اپنی پنگ کلر کی میکی آگے کی۔ پنگ اور وائٹ
احزان کی میکی کی چھب ہی نہ رہی تھی۔
آئی کے بیڈ پر ایک ریڈ کلر کا لینگا کرتی پڑا ہوا
تھا۔ وہ بہت زیادہ پھولا ہوا اور ٹائری رنگ کا سرخ
تھا۔ دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے اسکول میں ہونے
والے پروگرام میں فیری ٹیکل کا کردار نبھانے والی
بچیوں کے لیے بنایا گیا ہو کیوں کہ لہنگے پر بہت بڑا
چاند بنا ہوا تھا وہ بھی وائٹ ستاروں اور موتیوں
سے۔ اس کے ساتھ بچیوں کا پہننے والا میٹر رین اور
بے بی ٹائپ پرس بھی تھا ساتھ سرخ رنگ کے ہی
کپڑے کے بنے ہوئے کھٹے۔ مطلب اس با مشکل
دو ہزار تک والے سوٹ کے ساتھ ہر اسٹیم موجود تھا۔
”میرے لیے آئی نے سوٹ منگوایا ہی نہیں۔
چلو کوئی بات نہیں میں سوٹ جو بری میں رکھے ہیں
ان میں سے کوئی پہن لوں گی۔ ان میں کچھ تو ایسے
ہیں جو ابھی تک پہن کر بھی نہیں دیکھے۔ اس دکن
جاں (جو کہ پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے) سے پوچھ

لوں گی کہ کون سا پہنوں۔ اس دن بھی بھول گئی تھی۔“
میں دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھی۔ مجھے
لگ رہا تھا کہ ریڈ والا انہوں نے کام والی ماسی کی بیٹی
کے لیے منگوایا ہے۔ ساتھ میں ایک لان کام کڑھائی
والا تیس سا سوٹ رکھا تھا۔ امیرش نے بتایا کہ وہ آئی
کا تھائیوں کے سوٹ پیارے تھے۔ میں نے ان کی
چوائس کو سراہا۔
”اہل بیٹا! اپنے سوٹ کو بھی تو دیکھو یہ تمہارا ہی
تو ہے۔“ آئی نے ریڈ والے سوٹ کی طرف اشارہ
کیا اتنے میں انہیں کال آگئی اور وہ اپنا فون لیے باہر
نکل گئیں۔
”یہ میرا سوٹ ہے؟“ میری آنکھیں حیرت
سے باہر اٹنے لگیں۔ امیرش بولی۔
”ہاں تو اس میں حیرت والی کیا بات ہے آپ
نے خود ہی تو پسند کیا تھا۔“
”میں نے کب پسند کیا؟“ میرے لہجے میں
غصہ تھا۔ سب حیرانی سے میری طرف دیکھ رہے
تھے اور مجھے پتا تھا کہ کاوش بمشکل اپنی ہنسی روکے
ہوئے تھا۔
”ایک منٹ اہل! تم نے خود مجھے اور امیرش کو کہا
تھا کہ مجھے ریڈ پسند آیا ہے جبکہ امیرش نے کہا بھی تھا
کہ بھابھی وہ ٹھوڑا عجیب ہے۔“ رسیجہ بھابھی نے کہا
تو میں گرتے گرتے بچی۔
”ہاں اہل! تم نے مجھ سے ریڈ والے کا
کہا تھا۔“
اس بار وہ دشمن جاں بولا تو میں پورے قد سے
اس کی طرف کھڑی۔
”تو تم لوگوں نے کیا مجھے ان ڈر۔ میسر کی
تصویریں دکھائی تھیں۔“ میرا غصہ پھول چکا تھا۔
”ہاں میں نے کہا تو تھا کہ تصویریں چیک
کر لو۔“
”لیکن اس میں بکروں کی تصویریں تھیں۔“
”اس میں ڈر۔ میسر کی بھی تھیں۔“
”لیکن تم نے نام بھی تو نہیں لیا تھا کہ کس چ

کی تصویریں ہیں۔ اس میں پہلے دس بار بکروں ہی کی
تصویریں تھیں۔“ اتنا کہتے ہوئے میری آنکھوں میں
آنسو آچکے تھے اور میں نیچے بیٹھ گئی۔
کاوش اور امیرش ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو چکے
تھے۔
بھائی دانش اور بھابھی رسیجہ کے حیر پر دبی دبی
مسکراہٹ بھی وہ تو شکر تھا کہ آئی نہیں تھیں کمرے
میں اور نہ ہی انکل موجود تھے۔
”ہاں یار! غلطی میری ہی ہے میں دراصل
بھول گیا تھا کہ میں بتانا۔ کچھ دیر پہلے ہی تو میں نے
پونیک والوں سے تصویریں منگوائیں اور تب ہی
دانش بھائی نے مجھے بکروں کی تصویریں سینڈ
کر دیں۔“
اس وقت ان کی زبان بڑی قیمتی کی طرح کتر
کتر کر چل رہی تھی یہ کیا تب نہیں مل سکتی تھی۔ میں
ضبط کی آخری حدود پر تھی۔ اوپر سے کاوش اور لفظ بہ
لفظ بکروں والی کہانی ہنس ہنس کے سنا رہا تھا باقی
سب کو۔ اور وہ سب بھی خوب حیرے لے رہے
تھے۔
”میں یہ سوٹ نہیں پہنوں گی۔“ میں نے حسی
لہجے میں کہا۔
”بھابھی! عید کے لیے آئے سوٹ کو نہ پہننا
امی کے نزدیک بہت بڑا اب شگون ہے۔ وہ بہت
ناراض ہوں گی اگر آپ نے نہیں پہنا تو۔ چاہے دو
نکے کا عید کے لیے آیا سوٹ عید والے دن پہننا امی
کے کچے اصولوں میں سے ایک ہے۔“ امیرش نے
جتنے ہوئے کہہ کر میری معلومات میں اضافہ کرنے
کے ساتھ میرا ایک راستہ بھی بند کر دیا۔
”تاہن! میرے لیے کوئی اور سوٹ آرڈر کر دو
پلیز۔“ میں بے بسی کی انتہا پر تھی اس لیے منت پر
اتر آئی۔
”اب تو صبح کی اذان میں تھوڑی ہی دیر رہ گئی
ہے۔“ انہوں نے پریشان سے لہجے میں کہہ کر دوسرا
راستہ بھی بند کیا۔

”انی وغیرہ کو فون کرو ابھی کرکل کوئی بھی نہ
آئے عید کے اگلے دن ہم خود چلے جائیں گے۔“
میں روہائی ہو چکی تھی کچھ بھی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کیا کروں نہ یہ فکر تھی کہ کاوش اور امیرش ہنس
ہنس کر اپنے اپنے پیٹ پٹلے کھٹے ہیں۔
”یار! امی نے مجھ سے کھٹے پہلے تمہاری امی کو
فون کرنے کا کہا تھا میں نے راجیل کو فون کیا۔ وہ باہر
تھا۔ اب راجیل کا فون آیا ہے جو امی باہر گئی ہیں۔ وہ
دراصل تمہاری پوری فیملی کی دعوت کر رہی ہیں عید
والے دن اور اب تک تو وہ کہہ چکی تھیں ہوں گی۔“
یہ آخری ہم تھا جو وہ میرے سر پر پھوڑ کر تیسرا
راستہ بھی بند کر چکا تھا۔
میں حقیقت میں رونے لگی۔
”پلیز تاہن! کچھ کرو۔“ میں نے ہاتھ ہی جوڑ
دیے۔
”میں تو خود پریشان ہوں لیکن کیا کروں۔ گھر
میں وہ ہی ہوتا ہے جو امی چاہتی ہیں اور امی کے آگے
تو بھی پانی بھرنے نظر آتے ہیں میں کیا چیز
ہوں۔“ انہوں نے ہری جھنڈی دکھائی اور میرے
تمام راستے بند ہوئے۔
”شکر ہے میرے ڈان بھائی ڈان ہی رہے جو
روکا غلام نہیں ہے۔“
کاوش نے جتنے ہوئے کہا تو میں پھری ہوئی
شیرنی کی طرح چپل لے کر اس پر کود پڑی وہ جتنے
ہوئے اپنا دفاع کر رہا تھا اور ساتھ میں ”ڈان بھائی
ڈان بھائی“ کے نعرے بھی لگا رہا تھا۔
کمراسب کے مشترکہ قہقہوں سے گونج رہا تھا
جن میں تاہن بھی شامل تھے۔
اور کل عید والے دن مجھے راجیل اور کوئل اپنے
اوپر جتنے ابھی سے دکھائی رہے تھے۔
لو جی قارئین ایک بندے کے چہرے پر ہنسی
لانے کے لیے پورے گھر کو اپنے اوپر ہنسایا۔ اب
آپ لوگ خود ہی بتاؤ اس بندے کا کیا علاج ہے۔
☆☆